مطالعہ قرآن وحدیث - تعلق باللہ

نومبر-۲۰۲۳

عزیز ساتھیو! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نومبر کا Syllabus آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ تعلق باللہ کے سلسلہ کا یہ دوسرا ماہانہ تربیتی پروگرام ہے۔اس پروگرام کا مقصد یہ ہے کہ ہم میں کا ہر ساتھی یہ جان سکے کہ وہ کیا ذرائع ہیں جن کی مدد سے تعلق باللہ کو قائم کیا جاسکتا ہے اور یہ بات بھی ہمارے علم میں ہو کہ وہ کیا موانع ہیں جن سے تعلق باللہ کمزور ہو جاتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے۔ ذیل میں تعلق باللہ کو قائم کرنے والے ذرائع اور موانع کی ایک فہرست دی جارہی ہے جو تعلق باللہ کو قائم کرنے میں ہماری رہنمائی میں مددگار ثابت ہوگی۔ باذن اللہ

	تعلق باللہ کے ذرائع	تعلق باللہ کے موانع
1	ایمان	ایمان میں کمزوری
2	اللہ تعالی کے اسماءوصفات کا علم	اسماءوصفات کے علم سے ناآشنائی
3	اعمال میں اخلاص	ریاکاری
4	نماز (فرائض کے علاوہ نوافل وتہجد)	فرائض میں کوتاہی،عبادات میں خشیت نہ ہونا۔
5	روزہ—فرض روزوں کے علاوہ نفل روزوں کا اہتمام	فرض روزوں کو ترک کرنا، اور ان کی حفاظت میں کوتاہی۔
6	دعاءواستغفار:قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم: لیس شیءأکرم علی اللہ من الدّعاء، رواہ التّرمذی وابن ماجہ	ترك دعاء-أن رسول الله-صلى الله عليه وسلم-قال: "مَنْ لَمْ يَدْعُ اللَّهَ سُبْحَانَهُ غَضِبَ عَلَيْهِ" (رواہ ابن ماجہ)
7	قرآن کا مطالعہ غور وتدبر کے ساتھ۔	قرآن سے کوتاہی[تلاوت، ترجمہ وغور وفکر سے دوری]
8	صبح شام اللہ کا ذکر، تسبیح ومناجات	اللہ کے ذکر سے دوری، دنیاوی مصروفیات مین کھپنا۔
9	علم کا حصول	اخروی کامیی کے علم سے ناواقفیت اور عدم دلچپسی۔
10	اخلاق حسنہ	برے اخلاق وخصائص
11	رضائے الہی کی جستجو	اپنے نفس اور دنیاوی رضاء کو مقدم رکھنا
12	ہدایت کی خاطر اللہ کی طرف رجوع	ہدایت سے روگردانی
13	سچی توبہ	توبہ واستغفار میں کوتاہی
14	زکواۃ وصدقات	معصیت اور اصراف میں اللہ کے دیے ہوئے مال کو خرچ کرنا۔
15	حج بیت اللہ	استتاعت کے باوجود حج بیت اللہ نہ ادا کرنا۔
16	اللہ تعالی کے دین کی حفاظت ونصرت	بے دینی، حمیت دینیہ سے محرومی
17	حلال رزق کمانا اور حلال رزق کھانا	حرام معاملات، وسودی لین دین، دھوکہ
18	اللہ پر توکل	دنیاوی اسباب پر توکل

یہ فہرست ہمارے سامنے ہمیشہ رہے، اس سلسلہ میں مزید مطالعہ ہم تمام کیلئے سود مند ہوگا۔ تعلق باللہ کے ذرائع کی فہرست کافی طویل ہے۔اس مختصر وقت میں ہم تمام ذرائع کو جان سکیں ایسا ممکن نہیں ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم کچھ اہم ذرائع کا ہم مطالعہ کرینگے اور قرآن وسنت کی رہنمائی میں تعلق باللہ کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی جدوجہد کرینگے۔(ان شاء اللہ). یہ بات ہمارے ذہنوں میں ہمیشہ رہے کہ تعلق باللہ کے بغیر مومن اخروی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا، یہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان خواہشات نفس سے بچ سکتا ہے، انسان کے ازلی دشمن شیطان کے ہتھکنڈوں سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ ہماری اس جہد کو کامیاب بنائے اور ہمیں اپنے تعلق کو اللہ ربّ العالمین سے مضبوط ومستحکم کرنے میں مددگار ثابت ہو۔

تعلق باللہ کے ذرائع

(۱) اخلاص تعلق باللہ کا عظیم ذریعہ۔

(۱ ۔ ۱) إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ﴿2﴾ (سورة الزمر)

(اے محمدؐ) یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے، لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے

سُوْرَةُالزُّمَر حاشیہ نمبر:2

یعنی اس میں جو کچھ ہے حق اور سچائی ہے، باطل کی کوئی آمیزش اس میں نہیں ہے۔

سُوْرَةُالزُّمَر حاشیہ نمبر:3

یہ ایک نہایت اہم آیت ہے جس میں دعوت اسلام کے اصل مقصود کو بیان کیا گیا ہے، اس لیے اس پر سے سرسری طور پر نہ گزر جانا چاہیے، بلکہ اس کے مفہوم و مدعا کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے بنیادی نکات دو ہیں جنہیں سمجھے بغیر آیت کا مطلب نہیں سمجھا سکتا۔ ایک یہ کہ مطالبہ اللہ کی عبادت کرنے کا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی عبادت کا مطالبہ ہے جو دین کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے کی جائے۔

عبادت کا مادہ عبد ہے۔ اور یہ لفظ "آزاد" کے مقابلے میں "غلام" اور "مملوک" کے لیے عربی زبان میں مستعمل ہوتا ہے۔

لغت کی مستند تشریحات کے مطابق مطالبہ صرف اللہ تعالیٰ کی پوجا اور پرستش ہی نہیں ہے بلکہ اس کے احکام کی بے چون وچرا اطاعت، اور اس کے قانونِ شرعی کی برضا و رغبت پیروی، اور کے امر و نہی کی دل و جان سے فرمانبرداری کا بھی ہے۔

دین کا لفظ عربی زبان میں متعدد مفہومات کا حامل ہے:

ایک مفہوم ہے غلبہ و اقتدار، مالکانہ اور حاکمانہ تصرُّف، سیاست و فرمانروائی اور دوسروں پر فیصلہ نافذ کرنا۔

دوسرا مفہوم ہے اطاعت، فرمانبرداری اور غلامی۔

تیسرا مفہوم ہے وہ عادت اور طریقہ جس کی انسان پیروی کرے۔

ان تینوں مفہومات کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین کے معنی اِس آیت میں اُس "طرزِ عمل اور اس رویّے کے ہیں جو کسی کی بالاتری تسلیم اور کسی کی اطاعت قبول کر کے انسان اختیار کرے۔" اور دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی بندگی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ "آدمی اللہ کی بندگی کے ساتھ کسی دوسرے کی بندگی شامل نہ کرے، بلکہ اسی کی پرستش، اسی کی ہدایت کا اس اتباع اور اسی کے احکام و اوامر کی اطاعت کرے"۔

(۲ ۔ ۱) قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿29﴾ (سورة الأعراف)

اے محمدؐ، ان سے کہو، میرے رب نے تو راستی و انصاف کا حکم دیا ہے، اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اُسی کو پکارو اپنے دین کو اس کے لیے خالص رکھ کر جس طرح اُس نے تمہیں اب پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے

مطلب یہ ہے کہ خدا کے دین کو تمہاری ان بیہودہ رسموں سے کیا تعلق۔ اُس نے جس دین کی تعلیم دی ہے اس کے بنیادی اصول تو یہ ہیں کہ:

(١) انسان اپنی زندگی کو عدل وراستی کی بنیاد پر قائم کرے،

(٢) عبادت مین اپنارُخ ٹھیک رکھے، یعنی خدا کے سوا کسی اور کی بندگی کا شائبہ تک اس کی عبادت میں نہ ہو، معبودِ حقیقت کے سوا کسی دوسرے کی طرف اطاعت وغلامی اور عجز ونیاز کارُخ ذرا نہ پھرنے پائے،

(٣) رہنمائی اور تائید ونصرت اور نگہبانی وحفاظت کے لیے خدا ہی سے دُعا مانگے، مگر شرط یہ ہے کہ اس چیز کی دُعا مانگنے والا آدمی پہلے اپنے دین کو خدا کے لیے خالص کر چکا ہو۔ یہ نہ ہو کہ زندگی کا سارا نظام تو کفر وشرک اور معصیّت اور بندگیِ اغیار پر چلایا جارہا ہو اور مدد خدا سے مانگی جائے کہ اے خدا، یہ بغاوت جو ہم تجھ سے کر رہے ہیں اس میں ہماری مدد فرما۔

(٤) اور اس بات پر یقین رکھے کہ جس طرح اس دنیا میں وہ پیدا ہوا ہے اسی طرح ایک دوسرے عالم میں بھی اس کو پیدا کیا جائے گا اور اسے اپنے اعمال کا حساب خدا کو دینا ہوگا۔

(٣۔١) فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿14﴾ (سورة المؤمن)

(پس اے رجوع کرنے والو) اللہ ہی کو پکارو اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، خواہ تمہارا یہ فعل کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

تفسیر تیسیر القرآن الکریم۔۔ مولنا عبدالرحمٰن کیلانی رح

کائنات کی تمام قوتیں ایک ہی حاکم اعلیٰ کے حکم کے تحت سرگرم عمل ہیں:۔ ان آیات الٰہی میں غور کرنے سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ کائنات کی تمام قوتیں ایک ہی حاکم اعلیٰ کے زبردست کنٹرول کے تحت سرگرم عمل ہیں۔ لہٰذا تمہیں بھی خالصتاً اسی کی حاکمیت تسلیم کرکے باقی ساری کائنات کے ہم آہنگ ہو جانا چاہیے۔ رہے وہ لوگ جو اللہ کی ان قدرتوں میں غور وفکر گوارا ہی نہیں کرتے تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ان کی آنکھوں پر غفلت، تعصب اور تقلید آباء کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ اور انہی باتوں میں مگن رہنے میں ہی وہ خوشی محسوس کرتے ہیں اور اگر انھیں حقائق کی طرف توجہ دلائی جائے تو ان کا تسلیم کرنا تو درکنار، انھیں اس طرف توجہ دلانا بھی ناگوار محسوس ہوتا ہے۔

تفسیر احسن البیان۔۔ مرتبہ سید فضل الرحمٰن

حاکم اعلیٰ

تشریح: مومنوں کو چاہیے کہ وہ نہایت خلوص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اسی سے مانگیں۔ اس کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگیں اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہی ہو۔ وہ عالی درجات والا اور عرش کا مالک ہے اور اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی کے ذریعے اپنا حکم نازل فرمادیتا ہے، تاکہ وہ لوگوں کو اس دن سے ڈرائے جس دن سب لوگ قبروں سے نکل کر اللہ کے سامنے پیش ہوں گے اور اللہ پر ان کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوگی*۔ پھر ساری مخلوق کے فنا ہوجانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ بطور سوال فرمائے گا:

لمن الملک الیوم ۔

آج کس کی حکومت ہے۔

لیکن کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو خود ہی فرمائے گا:

للہ الواحد القہار

اللہ ہی کی حکومت ہے، جو واحد اور سب پر غالب ہے۔

آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں ہوگی، نہ کسی کے ثواب میں کمی کی جائے گی اور نہ عذاب میں زیادتی۔ جس طرح اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اسی طرح بدلہ دیا جائے گا کیونکہ اس وقت صرف اللہ کی حکومت ہوگی۔ اور اللہ کی حکومت میں ظلم وزیادتی کا تصور بھی

محال ہے۔ بیشک اللہ بہت سریع الحساب ہے، ساری مخلوق کا حساب لینا اس کے لیے ایسا ہے، جیسے ایک شخص کا حساب لینا*۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ عزوجل تمام مخلوق کی روح قبض کرلے گا اور اس وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا اس وقت تین مرتبہ فرمائے گا آج ملک کس کا ہے۔ پھر خود ہی جواب دے گا اللہ اکیلے غالب کا یعنی اس کا جو واحد ہے، اس کا جو ہر چیز پر غالب ہے اور جس کی ملکیت میں ہر چیز ہے۔ (ابن کثیر 74-75/4، مظہری 248-249/8)

(۲) رضائے الٰہی کی جستجو تعلق باللہ کا اہم ذریعہ

عمل کی قبولیت حسن نیت پر ہے اور حسن نیت کا نکھار اور کمال اللہ کی رضا سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے سے راضی ہو جانا دراصل دنیا و آخرت کی سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا انعام ہے

(۲۔۱) أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَن بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿162﴾(آل عمران)

بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اُس شخص کے سے کام کرے جو اللہ کے غضب میں گھر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانا جہنم ہو جو بدترین ٹھکانا ہے؟

تفسیر عروۃالوثقی

اللہ کی رضا کے لیے کام کرنے والے اور اس کے نافرمان ایک جیسے نہیں ہو سکتے:

بھلا جس شخص نے اللہ کی خوشنودی کی اتباع کی ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا مستحق ہوا جبکہ یہ بات طے ہے کہ اللہ کی ناراضگی کے ساتھ لوٹنے والے کا ٹھکانا جہنم ہے۔

گویا ان سے استفساراً فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تمہارے نزدیک یہ بات معقول ہے کہ نیک اور بد دونوں آخر اکار یکساں ہو جائیں؟ کیا یہ تصور تمہارے لیے اطمینان بخش ہے کہ کسی نیک انسان کو اس کی نیکی کا کوئی صلہ اور کسی بدآدمی کو اس کی بدی کا کوئی بدلہ نہ ملے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر احد میں شریک ہونے والے اور شریک نہ ہونے والے برابر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ ہاں یقیناً وہ برابر نہیں۔ شریک ہونے والوں میں کچھ شہادت کا پیالہ پی کر اللہ رب العزت کے باغوں میں سیر کر رہے ہیں اور کچھ غازی بن کر اس راہ پر رواں دواں ہیں جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دی ہے۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس راہ کی طرف ان کی راہنمائی کی ہے اور منافقین کا گروہ اگرچہ بظاہر ایمان کا دعویدار ہے لیکن ان کو سوائے قلق اور پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوا اور گیدر کی موت مرتے ہی عذاب الیم میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں بکثرت پائی جاتی ہیں کافر، منافق، فاسق اور مسلم یکساں نہیں ہو سکتے نہ اس دنیا میں اعمال کے لحاظ سے اور نہ آخرت میں نتائج کے لحاظ سے۔

(۲۔۲) يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿16﴾-﴿المائدة﴾

جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے اُن کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے

سُوْرَةُ الْمَآئِدَة حاشیہ نمبر:38

"سلامتی" سے مُراد غلط بینی، غلط اندیشی اور غلط کاری سے بچنا اور اس کے نتائج سے محفوظ رہنا ہے۔ جو شخص اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی زندگی سے روشنی حاصل کرتا ہے اُسے فکر و عمل کے ہر چوراہے پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کس طرح ان غلطیوں سے محفوظ رہے۔

اللہ کی خوشنودیوں کی راہ کن لوگوں کے لیے کھولی جاتی ہے:

فرمایا جارہاہے کہ اللہ نے تم پر اپنی خوشنودیوں کی راہ کھول دی ہے تاکہ تم کو باہم جنگ وجدل سے نجات دے کر امن وسلامتی کی طرف لے آئے اور تاریکی سے نکال کر رشنی میں اور کج رویوں اور کج بحثوں سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف تمہاری راہنمائی کرے لیکن قانون الٰہی ہے کہ یہ سب کچھ اس کو نصیب ہوتا ہے جو اس کو حاصل کرنے کے لیے خود تگ و دو کرے اور اپنے تعصّبات کی پٹیاں اپنی آنکھوں سے اتارنے کی ہمت کرے پھر اس روشنی کو دیکھو اس کی قدر کرو اور اس کی راہنمائی سے فائدہ حاصل کرو اور پھر کتنے واضح الفاظ میں بتادیا کہ جن لوگوں کے اندر رضائے الٰہی کی جستجو نہ ہو بلکہ وہ اپنی خواہشات کے پرستار ہوں ان کے لیے توفیق کا دروازہ کبھی وا نہیں ہوتا۔ اصول خداوندی یہی ہے کہ جوئندہ یابندہ ہوتا ہے جو تلاش و جستجو نہ کرے وہ ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اللہ کی خوشنودیوں کی راہ انہی لوگوں پر کھولی جاتی ہے جو اس راہ کے جو یا ہوں اور اللہ نے کبھی کسی کو راہ ہدایت کی طرف مجبور نہیں کیا کہ یہ اس کے قانون کے خلاف ہے اور اپنے قانون کے خلاف وہ کبھی نہیں کرتا۔ حکم الٰہی ہی دراصل قانون الٰہی ہے اس کے حکم اور قانون میں تفاوت نہیں ہے :

اللہ کا حکم کیا ہے ؟ وہی جو اس کا قانون ہے فرمایا اللہ نے انسانوں کو تاریکیوں سے نکالنے کے لیے ایک قانون بنادیا اور وہی قانون اس کا حکم کہلاتا ہے۔ اس احکم الحاکمین نے قرآن کریم جیسی کتاب اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسا خاتم الانبیاء رسول بھیجا ہے تو اس کا مقصد تو یہی ہے کہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور سیدھی راہ کی طرف تمہاری راہنمائی کرے۔ قرآن کریم اپنا کام یقیناً کرتا ہے لیکن اس وقت جب کوئی اس سے ہدایت حاصل کرے اور کوئی سیدھی راہ کی طرف آنا بھی چاہے کوئی تاریکی کو چھوڑنا پسند بھی کرے یہ کیسے ممکن ہے کہ اہل کتاب تو کفر پر کفر کرتے جائیں اور اہل کتاب کہلانے کے باوجود کتاب الٰہی سے منحرف ہوں وہ توراۃ وانجیل ہی کی روشنی سے کام نہ لیں تو قرآن کریم کی روشنی سے وہ مستفید کیسے ہو سکتے ہیں ؟ پھر اس طرح قرآن کریم کی روشنی کو کوئی زبان سے تسلیم کرے اور سر ہلاہلا کر تصدیق کرے اور عملی زندگی اس روشنی کے سراسر خلاف ہو تو اس کے ہاں ! ہاں ! کی کوئی قیمت ؟ فرمایا اللہ کی رضا تو ان کو ہدایت دینے کی ہے لیکن اس کی رضا کے سچے دل سے طالب بھی تو ہوں۔

(۳) سچی توبہ کرنا

(۱-۳) وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ (آل عمران)

اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے"

تفسیر تیسیر القرآن الکریم۔۔ مولنا عبدالرحمٰن کیلانی رح

آیت کے الفاظ سے صاف واضح ہے کہ پرہیز گار لوگ دیدہ دانستہ نہ کوئی برا کام کرتے ہیں اور نہ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں بلکہ سہواًبہ تقاضائے بشریت ان سے ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں اور جب انھیں اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے تو فوراًاللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور معافی مانگنے لگتے ہیں اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ یقینا معاف بھی کر دیتا ہے۔ یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اگر اس برے کام یا غلطی کا اثر صرف اپنی ذات تک محدود ہو تو پھر اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ وہ یقینا معاف فرمادے گا۔ لیکن اگر اس کا اثر دوسروں کے حقوق پر پڑتا ہو تو اس کی تلافی کرنا یا اس شخص سے قصور معاف کروانا ضروری ہے اور یہ استغفار کی ایک اہم شرط ہے۔

گناہ پر اصرار کرنا یا استغفار کرنے کے بعد وہی گناہ پھر کرتے جانا اصل گناہ سے بڑا گناہ ہے اور جو لوگ یہ کام کریں وہ یقینا متقی نہیں ہوتے۔ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک گناہ سرزد ہو گیا تو اس کی معافی مانگ لی، پھر دوسرا ہو گیا۔اس کی بھی اللہ سے معافی مانگ لی، پھر کوئی اور ہو گیا اس کی بھی معافی مانگ لی۔اس طرح اگر دن میں ستر بار بھی اللہ سے معافی مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اور اللہ تعالیٰ خطاکار کے معافی مانگنے پر صرف اسے معاف ہی نہیں فرماتا بلکہ اس سے خوش بھی ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ گناہ کے بعد اس کی معافی نہ مانگنا بھی اس پر اصرار کے مترادف ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے اپنے گناہ کی معافی مانگ لی۔اس نے ضد نہیں کی اور دوسری حدیث میں ہے۔جس نے توبہ کی گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔(ابن ماجہ، ابواب الزہد، ذکر التوبہ)

(۳-۲) اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۷۰﴾

اِلّا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے

سُوۡرَۃُ الۡفُرۡقَان حاشیہ نمبر:86

یہ بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جن کی زندگی پہلے طرح طرح کے جرائم سے آلودہ رہی ہو اور اب وہ اپنے اصلاح پر آمادہ ہوں۔یہی عام معافی (General Amnesty) کا اعلان تھا جس نے اس بگڑے ہوئے معاشرے کے لاکھوں افراد کو سہارا دے کر مستقل بگاڑ سے بچا لیا۔اسی نے ان کو امید کی روشنی دکھائی اور اصلاح حال پر آمادہ کیا۔ورنہ اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ جو گناہ تم کر چکے ہو ان کی سزا سے اب تم کسی طرح نہیں بچ سکتے، تو یہ انہیں مایوس کر کے ہمیشہ کے لیے بدی کے بھنور میں پھسا دیتا اور کبھی ان کی اصلاح نہ ہو سکتی۔مجرم انسان کو صرف معافی امید ہی جرم کے چکر سے نکال سکتی ہے۔مایوس ہو کر وہ ابلیس بن جاتا ہے۔

توبہ کی اس نعمت نے عرب کے بگڑے ہوئے لوگوں کو کس طرح سنبھالا، اس کا اندازہ ان بہت سے واقعات سے ہوتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آئے۔مثال کے طور پر ایک واقعہ ملاحظہ ہو جسے ابن جریر اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں مسجد نبوی سے عشا کی نماز پڑھ کر پلٹا تو دیکھا کہ ایک عورت میرے دروازے پر کھڑی ہے۔میں اس کو سلام کر کے اپنے حجرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر کے نوافل پڑھنے لگا۔کچھ دیر کے بعد اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور پوچھا کیا چاہتی ہے؟ وہ کہنے لگی میں آپ سے ایک سوال کرنے آئی ہوں۔مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا۔ناجائز حمل ہوا۔بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے مار ڈالا۔اب میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرا گناہ معاف ہونے کی بھی کوئی صورت ہے؟ میں نے کہا ہرگز نہیں۔وہ بڑی حسرت کے ساتھ آہیں بھرتی ہوئی واپس چلی گئی، اور کہنے لگی "افسوس، یہ حسن آگ کے لیے پیدا ہوا تھا"۔صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ کر جب میں فارغ ہوا تو میں نے حضورؐ کو رات کا قصہ سنایا۔آپ نے فرمایا، بڑا غلط جواب دیا ابوہریرہ تم نے، کیا یہ آیت قرآن میں تم نے نہیں پڑھی: وَالَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ....اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمَلاً صَالِحاً ؟ حضور کا یہ جواب سن کر میں نکلا اور اس عورت کو تلاش کرنا شروع کیا۔رات کو عشا ہی کے وقت وہ ملی۔میں نے اسے بشارت دی اور بتایا کہ سرکار رسالت مآبؐ نے تیرے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔وہ سنتے ہیں سجدے میں گر گئی اور کہنے لگی شکر ہے اس خدائے پاک کا جس نے میرے لیے معافی کا دروازہ کھولا۔پھر اس نے گناہ سے توبہ کی اور اپنی لونڈی کو اس کے بیٹے سمیت آزاد کر دیا۔اس سے ملتا جلتا واقعہ احادیث میں ایک بڑھے کا آیا ہے جس نے آ کر حضورؐ سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ، ساری زندگی گناہوں میں گزری ہے۔کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا ارتکاب نہ کر چکا ہوں۔اپنے گناہ تمام روئے زمین کے باشندوں پر بھی تقسیم کر دوں تو سب کے لے ڈوبیں۔کیا اب بھی میری معافی کی کوئی صورت ہے؟ فرمایا کیا تو نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ اس نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔فرمایا جا، اللہ معاف کرنے والا اور تیری

برائیوں کو بھلائی سے بدل دینے والا ہے۔ اس نے عرض کیا میرے سارے جرم اورع قصور؟ فرمایاہاں، تیرے سارے جرم اور قصور (ابن کثیر، بحوالہ ابن ابی حاتم)۔

سُوۡرَةُالۡفُرۡقَان حاشیہ نمبر:87

اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ جب وہ توبہ کر لیں گے تو کفر کی زندگی میں جو برے افعال وہ پہلے کیا کرتے تھے ان کی جگہ اب طاعت اور ایمان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیک افعال کرنے لگیں گے اور تمام برائیوں کی جگہ بھائیاں لے لیں گی۔ دوسرے یہ کہ توبہ کے نتیجہ میں صرف اتناہی نہ ہو گا کہ ان کے ماہ اعمال سے وہ تمام قصور کاٹ دیے جائیں گے جو انہوں نے کفر وہ گناہ کی زندگی میں کیے تھے، بلکہ ان کی جگہ ہر ایک کے نامہ اعمال میں یہ نیکی لکھ دی جائے گی کیونکہ یہ وہ بندہ ہے جس نے بغاوت اور نافرمانی کو چھوڑ کر طاعت و فرمانبر داری اختیار کر لی۔ پھر جتنی بار بھی وہ اپنی سابقہ زندگی کے برے اعمال کو یاد کر کے نادم ہو گا اور اس نے اپنے خدا سے استغفار کیا ہو گا۔ اس کے حساب میں اتنی ہی نیکیاں لکھ دی جائیں گی، کیونکہ خطا پر شرمسار ہونا اور معافی مانگنا بجائے خود ایک نیکی ہے۔ اس طرح اس کے نامہ اعمال میں تمام پچھلی برائیوں ی جگہ بھلائیاں لے لیں گی ور اس کا انجام صرف سزا سے بچ جانے تک ہی محدود نہ رہے گا بلکہ وہ الٹا انعامات سے سرفراز ہو گا۔

نوٹ: یہاں سچی توبہ کے فرائض کا ذکر ہو تو مناسب رہے گا۔